

مطلق العنان اقدار کے تحت محدود ذہنی مناصب

اولین تجربہ — عباسی دور میں

— (۲) —

نعیم صدیقی

(ایک محدود مضمون کا خاکہ لے کے چلا تھا مگر جب اس کی تیاری کے لیے مطالعہ شروع کیا تو تاریخ کی دلچسپ واردیوں کی سیر کرتے ہوئے ایک ایک ذرہ کی کورج جبین پر ماضی کے رنگا رنگ نقوش سامنے آئے اور بے اختیار جی چاہا کہ اپنی ملی حرکاتِ غریبوں کے بکھرے ہوئے — زیادہ سے زیادہ — اوراقِ لالہ و زنگے و گل سے چھین لائوں اور پھر ایک ایک سطر میں قزوں بے اہواب کو سمیٹ دوں، سو وہی ہوا کہ:

” افسانہ کہ گفت نظیری کتاب شد ”

اب پیشتر اس کے کہ راہ ہوا قلم عثمان کے مطابق اصل مرحلہ شوق میں داخل ہوا، کچھ مشکل گھاٹیوں کے جاوہ پریچ کہ قطع کرنا لازم ہو گیا ہے۔ جیسے کہ عشق کے ایک بار نے کہا تھا کہ۔

کیف الوصول الی سعادہ و دونہا

قلل الجبال و بدینہا حنوف

اس مقالہ سے مختلف حلقوں میں خاصی دلچسپی لی گئی ہے۔ بہت سے تاثرات مجھ تک پہنچے ہیں۔ اسی سلسلے میں بعض محبت کیش ممبرین کی یہ رائے بھی سامنے آئی ہے کہ مستشرقین کے ہاں سے استناد و جمع نہیں، کیونکہ ان حضرات کے ہاں اول تو کھلا یا چھپا ہوا نعتب کا رُخ ہوتا ہے اور مستزاد یہ کہ معلومات غلط طور پر اخذ کردہ ہوتی ہیں۔

خود اسی کا قائل ہوں۔ کوئی بات مجرد ان کے اقوال پر مبنی نہیں کرتا بلکہ تقریباً ہر بات کے لیے میرے سامنے سب سے پہلے اساسی مآخذ کے حوالے ہیں، مرتبہ ثانی پر اردو یا عربی میں زمانہ حال کے جن علمائے متعلقہ بحثوں پر کچھ لکھا ہے ان کی تحریریں پیش نظر ہیں اور مرتبہ ثالث پر پہلے سے ثابت شدہ امور کی تائید میں بعض حوالے یا اقتباسات مستشرقین کے ہاں سے صرف اس لیے لے رہا ہوں کہ انگریزی پرست اور مستشرق پسند عنصر کی تسلی ہو سکے۔ فی الوقت تو میں اس مقالے کو عجلت میں لکھ رہا ہوں اور ضروری باتوں کے لیے کوئی ایک آدھ حوالہ درج کر رہا ہوں۔ کیونکہ اس کی اقساط ایک ماہنامہ میں آ رہی ہیں۔ البتہ بعد میں اسے کتابی صورت میں شائع کرنے سے پہلے ایک ایک دعویٰ کے لیے تین تین چار چار حوالے اکٹھے ڈج کر دوں گا۔ اور انشاء اللہ کوئی ایک حوالہ بھی اس وقت ایسا آپ کو نہ ملے گا جس کی اساس ہمارے اپنے مستند مآخذ پر نہ ہو اور جس کی تصدیقی اصل کتب کی طرف رجوع کر کے نہ کر لی گئی ہو۔ و ما توفیقی الا باللہ العظیم !

آگے چلنے سے پہلے اس تاریخی پس منظر کو نگاہ میں تازہ کر بیجیے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ کم از کم خلاصہ کے طور پر یہ حقیقت سامنے رکھیے کہ مطلق العنان اقتدار آیا تو زندگی کا وہ شیرازہ وحدت ٹوٹ گیا جسے اسلام نے پہلی بار معیاری شان سے قائم کیا تھا۔ دورِ بادشاہت میں دو چیزوں کو اسلام کی بالادستی سے نکال لیا گیا۔ ایک سیاسی پالیسیاں اور انتظامی اقدامات، دوسرے مالیات۔ سیاسی اقتدار اور مالیات جب کسی نظریہ کے ہاتھ سے نکل جاتیں تو پھر نظام اس کا نظام نہیں رہتا مگر ایک چیز ایسی اسلام کے قبضے میں رہی جس کی حیثیت عام سماجی زندگی کے ایسے ریڑھ کی ہڈی کی سی تھی۔ یہ تھا شعبہ عدلیہ یا نظام قضا۔

اسلامی نظام قضا کی اہمیت ایسی نظام تھا جس میں اسلام کو آہستہ آہستہ سمٹ جانا پڑا۔ پھر اسی شعبہ عدلیہ کے مناصب ہی کو محدود مذہبی مناصب کی حیثیت حاصل ہوئی اور انہی مناصب کو — اور ان پر فائز ہونے والے قاضیوں اور مفتیوں کو مطلق العنان اقتدار دینے اپنا

آلہ کار بنانے کی کوششیں کیں۔ ان کوششوں کے خلاف اربابِ عزیمت کا ایک مضبوط محاذ برسرِ کشمکش رہا اور قرونِ مابعد میں بھی ان کی قائم کردہ روایات نے ہمیشہ جید شخصیتوں میں تابِ مقاومت پیدا کی، لیکن دوسری طرف یہ امر واقعہ ہمارے لیے ایک مہربانیہ ندامت بھی ہے کہ کمزور اور جاہ طلب افراد نے اپنے علمِ دین کو دنیا طلبی کے تمارِ خانہ میں جا کر دائل پر رکھ دیا اور مستبد حکمرانوں کے آلہ ہاتے کار بن گئے۔ اوائل میں ایسے لوگ کم تھے، قرونِ مابعد میں ان کی صفیں زیادہ وسیع ہو گئیں پھر یہی منصبِ تضاہے جو نیچے جا کر ”شیخ الاسلام“ اور ”مفتی دین“ اور ”وزارتِ امورِ شریعیہ“ اور ”حکومتِ اوقاف“ جیسے ادارت کی شکل اختیار کرتا گیا پس ہماری کہانی کا محور یہی ہے۔

ہمیں ورق کہ سنید گشتہ مدعا ایں جا ست

نظریہ اسلامی کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو اس محدودیت کے باوجود جو اسلام جیسے نظامِ جامع پر مستط کردی گئی تھی، عدلیہ پر اسلام کا قبضہ رہنے کے معنی یہ تھے کہ لوگوں کے روزمرہ معاملات کے فیصلے اسلامی قانون کے تحت ہوں۔ کوئی بھی قانون جو معاشرہ پر اس کی عدالتوں کے ذریعے عملاً نافذ ہو رہا ہو وہ عوام الناس کی زندگیوں پر بڑا بھاری اثر رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ دورِ بادشاہت میں اسلامی قانون ہی ایک ایسا عنصر تھا جس نے اجزاءِ دائرے میں اثر انداز ہو کر ملت کو ملتِ اسلامیہ بنائے رکھا اور دین سے اس کا تعلق سیاسی فکری اور ثقافتی فتنوں کے طوفان میں کٹنے نہیں دیا۔ ابن المقفع جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ قانون کی اس اہمیت کو بادشاہ کے سامنے ان الفاظ میں بیان کرتا ہے: ”وَأَعْمَقُهَا أَثْرَانِي حَيَاةَ الْمُسْلِمِينَ“ یعنی مسلمانوں کی زندگی پر سب سے گہرا اثر ڈالنے والا عنصر یہی اسلامی قانون ہے اسلامی قانون ہی کا ایک فیضان یہ تھا کہ اس نے افراد کی زندگیوں کو نجی دائرے سے لے کر کاروباری معاملات تک مربوط کر رکھا تھا۔ بجز ایک کمی کے کہ افراد کو سیاست کے دائرے

لے ضمنی الاسلام — از ڈاکٹر احمد امین مصری۔ ج ۱ ص ۲۱۸ (حوالہ: رسالہ الصحابة، ابن المقفع)

میں قدم رکھنے کا اذن نہ تھا اور ملکی سیاسیات قصر شاہی میں دو سرے ہی رخ پر پروان چڑھ رہی تھیں۔ پھر اسلامی قانون نے تقریباً معمرہ ارضی کی نصف آبادی کو متعدد اسباب افتراق کے ہوتے ہوئے شیرازہ وحدت میں پرور کھا تھا۔ مزید یہ کہ اسلامی قانون ہی کے طفیل صلح کا رشتہ ماضی سے جڑا ہٹا تھا اور نئی سیاسی گردشوں سے دوچار ہو کر بھی مسلمان وجود ملت کے زمانی تسلسل کو غیر متقطع محسوس کرتے تھے۔ زمانہ حال کے ایک جواں سال مستشرق نے بھی اس حقیقت کو محسوس کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

۱۰ اس مربوط کن قوت کا محور قانون شریعت تھا یہ قوت اپنی پُر زور اور منضبط گردش کے تحت عبادات سے لے کر حقوق ملکیت تک ہر چیز کو نظم و ترتیب دیتی تھی۔ قانون نے اسلامی معاشرہ کو کارڈرواسے ملتان تک ایک اتحاد میں پروردیا تھا۔ یہ قوت فرد کی زندگی میں بھی وحدت پیدا کرتی تھی اور اپنے الہامی سانچے کے ذریعے اس کے اعمال حیات کو ایک بامقصد کل میں تبدیل کرتی تھی۔ پھر یہ زمانہ زانیخ میں بھی وحدت پیدا کرتے ہوئے معاشرہ کو تسلسل دیتی تھی، جبکہ ضابطہ الہامی کے مطابق زمین پر ایک نظام اجتماعی قائم کرنے کی کوشش اسلام کی ایک مستقل عہم تھی اور اس کے دوران میں ابھرتی اور ٹپٹی ہوئی بادشاہتیں اصل داستان میں ضمناً بیان ہونے والے تصور کی حیثیت رکھتی تھیں۔

عدلیہ میں اسلامی قانون کی کار فرمائی ایک اور پہلو سے بہت بابرکت ثابت ہوئی اس کی وجہ سے دینی علوم کی تدوین، تدریس اور ترویج کا کام بڑے وسیع پیمانے پر ہٹا اور ہر دور کی منتخب ہستیوں نے اس پہلو سے زریں کارنامے سر انجام دیئے۔ اسلامی قانون کی تدوین کے لیے قرآن کی تفسیر اور احادیث کی ترتیب و تحقیق پر عمل آئے بڑی محنتیں کھپائیں۔ زندگی کے ہر شعبے کے متعلق قانونی نظام کو استوار کرنے کے لیے اساسی نظریات و تصورات کو منقح کیا گیا۔ اسلامی

نظام قضا ہی اس امر میں ممد میثا کہ نظام تعلیم کا مرکز و محور خود اسلام رہے ورنہ اگر عدلیہ کو بھی خدا نخواستہ اسلام کے اثر سے نکال لیا جاتا تو پھر اسلامیت صرف مواضع میں رہ جاتی اور عملی زندگی سے اس کا کچھ بھی تعلق نہ رہتا۔

اسلامی نظام قضا کا وجود اپنے اندر بہت بڑی سیاسی اہمیت بھی رکھتا تھا۔ عدلیہ کے مناصب ہی بادشاہتی دور میں اسلامیت کے مظہر تھے۔ اور قاضیوں اور مفتیوں کی ذہنی شخصیتوں کو دیکھ کر عوام الناس یہ تصور زندہ رکھے ہوئے تھے کہ ان کا معاشرہ اسلامی بھی ہے۔ خلیفہ کھلانے والے بادشاہ کی سرپرستی دین کا سب سے بڑا ثبوت ہی ادارہ قضا تھا۔ قضا کے مناصب پر بااثر اہل علم کو لینے کے معنی یہ تھے کہ حکومت معاشرہ کی نگاہوں میں دین پسند اور حاشی شریعت قرار پائے۔ چنانچہ زید ہی کے دور میں یہ پالیسی طے پاگئی تھی کہ حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے بااثر مذہبی شخصیتوں کو اس میں شریک کیا جائے۔

علمائے قانون، قاضیوں اور مفتیوں کو عوام الناس کی نگاہوں میں بڑا عزت و وقار حاصل تھا اور ان میں سے اربابِ اخلاص مرجعِ خلافت بن کے رہے۔ ائمہ اکابر کی مقبولیت عام کا حال تو کسے معلوم نہیں، صف دوم کے ایک فاضلِ قانون عبداللہ بن مبارک کے گرد رتہ میں عقیدت مندوں کا جو ہجوم ہوا اسے دیکھ کر ہارون کی ایک کنیز یہ کہہ اٹھی کہ سلطنت اس کو کہتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر کہنا یہ چاہیے کہ علماء اور خصوصاً علمائے قانون کو جمہور میں فکری و ذہنی قیادت کا مقام حاصل تھا۔ اسی لیے حکومت مجبور تھی کہ اس صفِ قیادت کو ساتھ لے۔ چنانچہ علمائے قانون، قضا اور مفتیوں کی صفیں درباری سیاست میں آہستہ آہستہ دخیل ہوتی گئیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جہاں اربابِ اخلاص بادشاہت کے غلط اقدامات میں مزاحم بنتے رہے اور مناصب پر پہنچ کر انہوں نے اقامتِ دین کا معرکہ جاری رکھا، وہاں

لے حقوق و الجمان۔ باب ۲۱۔

لے تاریخ ابن خلکان۔ ترجمہ عبداللہ بن مبارک۔ سیرت ائمہ اربعہ از مولانا رئیس احمد جعفری ص ۲۲۴

دینا طلبیوں نے اقتدار کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنا اٹو سیدھا کیا۔ نظام الملک طوسی نے جو سلجوق عظم کا وزیر تھا، اپنی مشہور تصنیف سیاست نامہ (مدونہ ۹۲ء) میں معاشرہ کے چھ اہم طبقات و عناصر کی جو ترتیب بیان کی ہے ان میں اگرچہ قاضیوں، مبلغوں اور مجتہدین کو درجہ آخر میں لکھا ہے مگر اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ یہ طبقہ بھی فعال اور بااثر طبقہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وقت کے سماجی نقشہ میں اصحاب علم یعنی علماء اور قاضی مرتبہ بلند پر فائز تھے، البتہ ان کا مقام شاہ اور اس کے انتظامی افسروں کے بعد آتا تھا۔ اب ذرا واقعاتی نقشے میں اس سیاسی اثر کا اندازہ کیجیے جس سے قضاۃ بہرہ مند تھے۔ مامون نے موت سے پہلے وصیت کرنا چاہی تو تین عناصر کو جمع کیا گیا: ایک افسرانِ فوج، دوسرے علماء و قضاۃ اور تیسرے خاندانِ شاہی کے افراد۔ اس طرح مقتدر کے فرار کے بعد جب جائنتینی کا مسئلہ پیدا ہوا تو اسے حل کرنے کے لیے جو مجلس بیٹھی اس میں سپہ سالار، قضاۃ اور اعیانِ خلافت شریک ہوئے اور اسی مجلس کے فیصلے سے عبد اللہ بن معز کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ خلیفہ راشد (۵۲۹ھ تا ۵۳۰ھ) کے خلاف جب سلطان مسعود نے فوجی اقدام کیا اور راشد موصل پہنچ گیا تو مسعود نے بغداد کے قاضیوں اور دوسرے سرکردہ افراد کو جمع کر کے ان سے راشد کی معزولی کی تحریر لکھوائی۔ جب واثق فوت ہوا تو جائنتینی کا مسئلہ طے کرنے کے لیے محل میں ایٹاخ، وصیف، عمر بن فرج، ابن الزیات اور احمد بن خالد البروزجریع ہوئے جن میں قاضی القضاۃ احمد بن ابی دؤاد بھی شامل تھے۔ پہلے بیعت کے لیے محمد بن واثق کو لایا گیا، مگر کم عمری کی وجہ سے مجلس نے اسے خلافت کے لیے قبول نہیں کیا۔

THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM - BY لہ ۶۹: P

" " " " " " لہ ۲۶۹: P

۵۷ تاریخ طبری ص ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵،

بحث کے بعد جعفر المتوکل کو لا کر مسند نشین کیا گیا اور قاضی احمد بن ابی دواد نے اسے بہ دست خود قبائے شاہی سے آراستہ کیا، اس کی دستار بندی کی، اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر کہا: السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گویا یہ اولین بیعت تھی۔ اس طرح کے واقعات کی بنا پر ایک مستشرق یہاں تک کہتا ہے کہ جب کبھی خلیفہ موجود نہ رہتا تو حکایت قاضیوں کے ہاتھ میں چلی جاتی اور بحرانی زمانوں میں معاشرے کے ایسے ہی لوگ راہِ عمل طے کرتے تھے۔ یہ بہر حال کسی بھی حکومت و خلافت کو جمہور سے بالابالا سند جو از دینے والا حلقہ علماء و قضاة کو ساتھ لیے بغیر کام نہ کر سکتا تھا۔ واقعہ بڑا دلچسپ ہے کہ جب ہلاکونے بغداد کو فتح کیا تو اس نے غیر مسلم ہونے کے باوجود مدرسہ مستنصریہ کے مفتیوں سے اپنی حکومت کے متعلق مشورہ طلب کیا اور حیف کہ انہوں نے مسلمانوں پر اس کے استحقاق حکومت کو تسلیم کر لیا۔ علمائے قانون اور مفتیوں اور قاضیوں کے سیاسی اثر کو ایک اور پہلو سے لیجیے۔ باڈیٹ سیاسی ضرورت سے جو قانون سازی و ترمیم یا اخذ قانون کرتی تھی، مطلق العنانی کے باوجود اس کے لیے مفتیوں اور قاضیوں کی تائید و حمایت ضروری تھی۔ غراماں روا بسا اوقات قضاة کے مشوروں کو معاد عامہ یا سیاسی مصالح کے عذر سے مسترد بھی کر دیتے تھے مگر وہ بہر حال ان کے منت کش تھے۔ ”قوی ترین حکمران بھی مجبور تھے کہ ان کے واسطے سے کام کریں۔“ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ معاشرہ میں بہاں پیرو اسلام ہونے اور اسلامی قانون کے تابع ہونے کا احساس موجود تھا وہاں ”عباسی فرمانروا اپنے تمام اعمال و افعال کو مذہبی رنگ میں پیش کرنا چاہتے تھے۔“ تاکہ

۱۔ تاریخ طبری ج ۷، ذکر خلافت جعفر المتوکل ص ۳۴۱۔

۲۔ THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM. P:269

۳۔ انگریزی ص ۱۹ - P:246 THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM.

۴۔ " " " " " " P:296

۵۔ مسلمانوں کا نظم مملکت (عربی سے ترجمہ)، از پروفیسر حسن ابراہیم حسن ص ۲۱۵۔

ان کے نام بنا و منصبِ خلافت کی دھماک بیٹھی رہے۔ مثلاً مامون نے بعض عناصر کے زیر اثر متعہ کو حلال کرنے کا غیر اسلامی قانون نافذ کر دیا مگر وہ محض اس وجہ سے جاری نہ رہ سکا کہ قاضی نقضاً یحییٰ بن اکنم نے اسے مامون کے سامنے خلافت شریعت ثابت کیا۔ مامون نے جاری کردہ قانون دوسرے ہی روز واپس لے لیا۔

اسی طرح عباسی دور کی تحریکِ اباحت کے زیر اثر حرمت کے استحلال کا جو ذہنی فتنہ اٹھا تھا اور جسے عشرت پسند اور ثقافت زدہ حکمرانوں کی سرپرستی حاصل رہتی تھی، اس نے فہرست یہاں تک پہنچا دی کہ ایک کتاب متعہ، نمید، شراب، موسیقی، قمار وغیرہ کے جواز پر لکھی گئی جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں، اس کتاب کا مقصد یہ تھا کہ بدلتے ہوئے حالات کے تحت ترقی پسندانہ قانون سازی کرنے کے لیے اور اسلام کو بالائی طبقوں کے وقتی میلانات و خواہشات کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے مطلق العنان اقتدار کے سامنے اجتہادی راہیں کھولی جائیں۔ دوسرے لفظوں میں اسلام میں تحریف کرنے کے لیے اسلام ہی سے دلائل حاصل کیے جائیں۔ یہ کتاب محض ایک ادبی شگوفہ نہ تھی بلکہ اس کا مقصد قانون سازی کے دائرے میں محافظین دین حق کے بالمقابل انحراف پسند بادشاہت کے ہاتھوں کو فکری تائید ہم پہنچا کر مضبوط کرنا تھا۔ یہ کتاب اگر واقعی اپنی جگہ لیتی تو حالات کا رخ ہی دوسرا ہو جاتا۔ مگر یہ جب معتقد باللہ کے سامنے لائی گئی تو وقت کے قاضی نقضاً نے اپنے دلائل سے اس کی دھجیاں بکھیر دیں اور اسے نذر آتش کر دیا گیا۔ یہ تھا اسلامی عدلیہ کا اثر! اربابِ عدلیہ، قضاة اور علماء کے سیاسی اثر کا تیسرا پہلو یہ تھا کہ اقتدار کو جب بھی کوئی ہم قدم اٹھانا بوتا تو اسے اسی عنصر سے سند جواز حاصل کرنا پڑتی تھی۔ فرماں روا بہر حال معاشرے کو یہ یقین دلانا چاہتا تھا۔ اور شاید کسی قدر اپنے ضمیر کو بھی کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اسلام کے مطابق ہے۔ اب جہاں معاملہ مضبوط شخصیتوں سے پڑتا وہاں اقتدار کو جھکنا پڑتا لیکن منصب کے محدود ہوتے کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ جہاں ذرا کمزور آدمی ہاتھ آجاتا وہاں حکمران اسے دھڑلے

۱۔ تاریخ خطیب بغدادی۔ ج ۱۰۔ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ تاریخ ابن خلدون۔ حالات: یحییٰ بن اکنم تاریخ الاسلام حصہ ۴ ج ۲

ص ۷۹۔ المامون از علامہ شبلی نعمانی۔ ص ۲۰۸۔ ۲۰۹۔

سے آلہ کار بنا لے جاتا۔ اس کشمکش کا حال ہم ذرا آگے بیان کر رہے ہیں۔ بہر حال چند واقعاتی مثالیں لیجیے۔

ہارون الرشید نے ایک باریہ سوال اٹھایا کہ بنی تغلب سے حضرت عمرؓ نے جو معاہدہ کیا تھا وہ ٹوٹ چکا ہے، کیونکہ یہ لوگ اس کی ایک اہم شرط کو ترک کر چکے ہیں یعنی یہ کہ اپنی اولاد کو عیسائی نہ بنائیں گے۔ لہذا اب ان کا خون مباح ہے۔ مگر وہ بنی تغلب کے خلاف عملاً قدم اٹھانے سے پہلے مجبور تھا کہ معاملہ دینی سربراہ کاہنوں کے سامنے رکھے۔ امام محمدؓ نے ہارون کے نقطہ نظر کو غلط ثابت کر دیا اور یہ اقدام رُک گیا۔

اسی طرح یحییٰ بن عبد اللہ کے معاملے میں جب ہارون نے اپنے امان نامہ کو توڑنا چاہا تو علمائے قانون اسلامی کی طرف رجوع کیا۔ امام محمدؓ جو قاضی رقبہ تھے انہوں نے مخالفت کی مگر قاضی وہب نے ہارون کی تائید بڑی خوشامدانہ اور درباری شان سے کی۔ قاضی وہب اور ان کے حامیوں کا فتویٰ چل گیا۔ دراصل اسی اندیشے کی بنا پر یحییٰ بن عبد اللہ نے امان نامہ حاصل کرتے ہوئے یہ شرط پوری کر دینی تھی کہ اس پر فقہاء، قضاة اور سنی ہاشم کے اکابر کی شہادتیں ثبت ہوں۔ مگر اقتدار کی موج ان سارے کناروں کو توڑ کر نکل گئی۔ منصور کے دور میں اہل موصل نے بغاوت کی تو قضاة سے چاہا گیا کہ وہ ان کو مباح الدم قرار دیں، مگر امام ابو حنیفہؒ آڑے آئے۔ مامون نے مشدّد خلق قرآن اٹھایا تو روئے سخن علماء و قضاة ہی کی طرف رکھا۔ تفصیل آگے آئی گی۔ سیاسی اقدامات کے لیے جو اسلام سے اصولاً آزاد کر لیے گئے تھے، اسلامی قانون کی تعبیر اور اس کے انطباق میں جو دخل فقہاء و قضاة کو حاصل تھا اس نے ان کی سیاسی اہمیت

۱۔ تاریخ خطیب بغدادی، ج ۲، ص ۱۴۲، ۱۴۳ - غلامان اسلام - از مولانا سعید احمد ایم۔ اے۔ ص ۲۵۷۔

۲۵۸ - امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی - از مولانا مناظر احسن گیلانی - ص ۳۷۷ تا ۳۸۰

۳۔ تاریخ طبری ج ۱، ص ۵۷ - مناقب کریمی ج ۲، ص ۱۶۴ - مسلمانوں کا نظم مملکت (عربی سے ترجمہ)

۴۔ از پروفیسر حسن ابراہیم سن - ص ۳۱۶ - امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی از مولانا گیلانی ص ۳۷۴ - سیرت لکھنؤ ص ۲۳۵

بڑھادی۔ اس قول میں شاید بلکہ سامبالغہ ہو کہ ایک بار اسلام کی تعبیر کا منصب ان کے ہاتھ میں آجانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشرہ پر ان کا اثر بسا اوقات خود خلیفہ کے مقابلے میں زور پکڑ جاتا۔ بعد کے دور انحطاط میں جبکہ پوری سیاسی قوت سلطان کے ہاتھ میں چلی گئی اور مذہبی مناہل کا دائرہ اختیار بالکل محدود ہو گیا، اس وقت بھی زور دار شخصیتیں خاصی اثر انداز ہوتیں۔ مثلاً ترکی کے "شیخ الاسلام" (GRAND MUETI OF TURKY) کے اختیارات اور اس کے فتوے بسا اوقات سلطان کو بے بس کر دیتے تھے۔ اسی طرح صفوی ایران کے قاضیوں کی آواز۔ معاملات کے طے کرنے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی تھی۔

گویا فقہاء و قضاة منصب کی محدودیت کے باوجود تین اطراف سے اثر انداز تھے ایک دائرہ سیاست میں، دوسرے قانون سازی میں، تیسرے سرکاری اقدامات کے لیے قانون کی تعبیر کرنے میں۔

اس کے علاوہ قاضی کے پاس جو عدالتی اختیار تھا وہ خود ایک بڑی طاقت تھا اور کثیر واقعات ہیں کہ مضبوط قاضیوں نے اقتدار کی خواہشات، مداخلتوں اور سفارشوں کو مسترد کر کے فیصلے دیتے اور کتنے ہی ایسے فیصلے تھے جن کی زور فرماں ر وایا اس کے اقربا کے مفاد پر ٹپتی تھی۔ مثالیں دوسرے موقع پر آئیں گی۔ خصوصاً عدالتِ عظمیٰ (یا عدالتِ مرافعہ) جسے "نظر المظالم" (THE COURT OF REVIEWER OF WRONGS) یا محکمہ مظالم کہا جاتا تھا (پورا اصطلاحی نام: دیوان النظر فی المظالم) اور جس کا مندرجہ ذیل قاضی مظالم کہلاتا تھا، قاضیوں اور محاسبوں سے

THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM. P: 296 لے

" " " " " P: 368 لے

۵۲ (حکامِ سلطانیہ - ماوردی - باب بنفتم - المحاسن والمساوی بہتقی مطبوعہ بیروت) ص ۵۷۷ - مروج اندلس

مسعودی ج ۸ ص ۲۱ - طبری ج ۲ ص ۱۷۳۶ - مسلمانوں کا نظم مملکت از پروفیسر حسن ابراہیم حسن ص ۲۲۲ - ۲۲۵

THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM. P: 347-8 -

A SHORT HISTORY OF SARACENS - BY AMEER ALI SAYYAD P: 422.

HISTORY OF THE ARABS - BY PR. HITTI. P: 527.

اوپر بہت بڑا اختیار رکھتی تھی، یہاں تک کہ ”رٹ“ (WRIT) کی نوعیت کے استغاثے اس کے سامنے جاتے تھے۔ ان اپیلوں کے ساتھ ساتھ جو ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف آئیں، وہ فریادیں بھی یہاں سنی جاتیں جو افسرانِ حکومت کے استبداد کے خلاف آئیں۔ اس عدالت عالیہ کی ابتدا حضرت علیؑ نے کی تھی، سلاطین بنو امیہ نے اسے باقاعدہ قائم کیا، عبدالملک بن مروان پہلا فرماں روا ہے جو اس کا باقاعدہ اجلاس کرتا تھا۔ عباسی عہد کے دور سے لیکر مہدی کے دور تک اس پر کاربند رہے۔ اگر اس عدالت کی اہمیت کی وجہ سے فرمانروا خود اس کے صدر نشین ہوتے، اس کے برعکس صورتیں بھی پیش آئیں اور قاضی القضاة یا کوئی دوسرا بڑا قاضی خود فرماں روا کے خلاف بھی دادرسی کرتا، نیز قانون کی توضیح و تعبیر کرنے کے لیے فقہاء کی ایک صف اس عدالت کے اجلاس کا لازمی جزو ہوتی۔ ہاں، یاد آیا، مصر میں عدالتِ عظمیٰ کا جیسا مملوک سلاطین کے دور میں سب سے پہلے پیرس کے ہاتھوں ہوا۔

عدلیہ اور قاضی القضاة کا منصب اب تک ہم نے عدلیہ اور قضاة و فقہاء کے سیاسی اثر پر جو گفتگو کی ہے، وہ بغیر اس کے مکمل نہیں ہو سکتی کہ ہم اس سلسلے میں قاضی القضاة کے منصب کی قدر و قیمت کا تصور بھی دلائل۔ اس عہدے کے قیام سے عدلیہ کی حیثیت پر بڑا گہرا اثر مترتب ہوا۔ پھر خیال رہے کہ بعد میں اقتدار نے اسی منصب کو ”گرا“ ”شیخ الاسلامی“ کے نمائشی ادارے کی شکل تک پہنچایا۔ یہ عہدہ فی الحقیقت ایک دو دھاری تلوار تھا۔ یعنی اس کے ذریعے ایک طرف پورا حکمہ قضا مرہوط ہو کر مستقل حیثیت اختیار کر گیا اور قاضی القضاة کی

۱۔ احکام السلطانیہ۔ ماوردی۔ باب ہفتم (استغاثوں کی دس اقسام)۔ مسلمانوں کا نظم مملکتِ عربیہ سے ترجمہ، از پروفیسر حسن ابراہیم حسن۔ ص ۳۳۵۔ — THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM. P. 348-349.

۲۔ حاشیہ ۱ کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

۳۔ THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM. --- BY P. 347 - 3.

۴۔ المخطوط۔ مقررہ۔ ج ۲، ص ۲۰۸۔ مسلمانوں کا نظم مملکتِ عربیہ سے ترجمہ، از پروفیسر حسن ابراہیم حسن۔ ص ۳۳۱۔

شخصیت صد با عقیدہ و قضاة کی مرکز اور معاشرہ کے ایک اہم عنصر کی نمائندہ بن کر بجائے خود ایک مضبوط قوت ٹھہری، لیکن دوسری طرف اقتدار کے لیے یہ صورت مفید بھی تھی کہ پورے نظام قضا کا ایک بٹن (SWITCH) اس کے انگوٹھے کے تحت موجود ہو اور اپنے ڈھب کی ایک شخصیت کو مامور کر کے وہ جب جس طرح چاہے، بٹن دبا دیا کرے۔ چنانچہ اس دو دھاری تلوار نے دونوں ہی جانب کاٹ دکھائی۔

عباسیوں کے کارناموں کا ایک اہم باب یہ ہے کہ انہوں نے سلطنت کے ادارات کو ارتقا دیا تا حاضری القضاة کے عہدہ کی ایجاد کا سہرا بھی انہی کے سر بندھتا ہے۔ اس منصب کا افتتاح امام ابو یوسف (۱۴۰ھ - ۱۸۳ھ) کے تقرر سے (یہ عہد ہارون) ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ منصب فارس سے لیا گیا جس کے لیے وہاں تو بنو مویز ان کی اصطلاح راجح تھی۔ یہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی، اس رائے کی سخت تردید کی ہے۔ بعد میں یہ منصب تمام اسلامی سلطنتوں میں قائم ہوتا گیا۔ علامہ سیوطی کے بقول وحسن الحاضرہ، قاضی القضاة کے عہدے پر سب سے پہلے ابو الحسن علی نعمان کا تقرر ۳۶۶ھ میں ہوا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے قبل فاطمی حکومت نے (۳۹۳ھ میں) حسین بن علی بن نعمان کو قاضی القضاة کا منصب تفویض کیا اور چونکہ اس کے ذمے شیعہ نظام تبلیغ کا کام بھی تھا اس لیے اسے داعی الدعاة کا لقب بھی دیا گیا۔ آل نوید کے فرماں روا بہاء الدولہ نے ۳۹۲ھ میں ابو احمد

لے تاریخ ابن خلدون - ج ۲ ص ۲۲۲ - خطا - تقریبی - مناقب از موق - ج ۲ ص ۲۲۹ - تاریخ القضاة

فی الاسلام از محمود بن محمد بن عزیز مصری ص ۹۵ تا ۹۷ - امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی از مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۲۵۷ - سیرت ائمہ از مولانا رئیس احمد جعفری ص ۲۳۲ - مسلمانوں کا نظم مملکت (عربی سے اردو)

ASHORT HISTORY OF SARACENS
BY AMEER ALI SAYYED

P: 252 - 214 - 216
422

HISTORY OF ARABS - BY: HITTI. P: 326

لے تاریخ القضاة فی الاسلام از محمود بن محمد بن عزیز مصری ص ۹۶ لے ایضاً ص ۹۶

THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM P: 388

حسین بن موسیٰ علوی کو قاضی القضاة مقرر کیا۔ مغرب میں ہسپانیہ کی اسلامی سلطنت کے تحت عبدالرحمن سوم اور اس کے جانشین الحکم کے زمانے میں تمام قاضیوں کے اوپر قاضی القضاة کا منصب موجود تھا۔ اندلس میں قاضی القضاة کو قاضی الجامعہ کہا جاتا تھا۔

یہ منصب اصولاً محدود ہونے کے باوجود کتنی بڑی اہمیت رکھتا تھا اس کا اندازہ کرنے کے لیے اجمالاً یہ جاننا ضروری ہے کہ قاضی القضاة کے ہاتھ میں کیا اختیارات تھے ہم ان اختیارات کا جائزہ مختلف گوشوں سے لیتے ہیں:-

۱- دیکھنے کا اولین پہلو یہ ہے کہ حکم عدلیہ کے تمام اختیارات اوپر جا کر قاضی القضاة کے ہاتھ میں مجتمع ہو جاتے تھے۔ سوان اختیارات پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ سب سے پہلے قضاے عام کے اختیارات کو لیجیے جنہیں ماوردی نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ تھے:- قضا یا ذوات کو فیصل کرنا، حقداروں کو ثابت شدہ حق دلوانا، محبوبوں اور نایابوں کے اموال کی حفاظت دینا اور سنبھالنے کے مالی معاملات پر حجر و متاع، عاید کرنا، اوقاف کی نگرانی اور ان کے آمد و صرف پر نظر رکھنا، جائزہ صینیوں کا نفاذ، بیوہ عورتوں کے ولی نہ ہوں تو ان کے نکاح کا انتظام کرنا۔ حدود کا اجراء، اپنے ماتحتی میں "امینوں" اور شاہدوں کے کردار پر نظر رکھنا اور جان اور بد کردار افراد کو ہٹا کر بہتر افراد کا تقرر کرنا، مقدمات میں فریقین کے درمیان امتیاز کو ختم کر کے مساوات قائم رکھنا۔

اسی کے ساتھ عدالت فوجداری (نظارت المظالم) کے حدود کار کا نقشہ بھی دیکھیے جس میں قاضی المظالم کی ذمہ داریاں یہ ہیں:- رعایا پر حکام کے ظلم و تعدی کے معاملات کی

۱۰ مسلمانوں کا نظم و حکومت (عربی سے ترجمہ) از پروفیسر حسن ابراہیم ص ۳۲۹-

۱۱ تاریخ الخلفاء۔ علامہ سیوطی ص ۲۴۲

۱۲ HISTORY OF ARABS - BY HITTİ. P: 527

۱۳ مسلمانوں کا نظم و حکومت (عربی سے ترجمہ) از پروفیسر ابراہیم حسن ص ۳۱۴-

سماعت، افسرانِ مال کی طرف سے وصولی حاصل میں زیادتی کے دعاوی پر فیصلے کرنا، سرکاری سبٹروں میں غلط اندراجات کرنے یا اندراجات میں تحریف کرنے والے محزروں کے خلاف دعاوی شننا، تنخواہ میں تقسیم کرنے والوں کی زیادتیوں کا ازالہ کرنا، اموالِ مخصوبہ حقداروں کو دلوانا، اوقاف کی نگرانی، محکمہ قضا کے فیصلوں کی تنفیذ، محکمہ احتساب کی پشت پناہی اور جمعہ، عیدین، حج، جہاد وغیرہ عبادات و شعائر کی پابندی اور احترام کرانا اور ان میں کوتاہیوں سے روکنا۔

قضائے خصوصیات کے علاوہ عدلیہ کی تحویل میں جو دوسرے بہت سے معاملات تھے ان کی ایک جامع فہرست مصر کے ایک فاضل عطیہ مصطفیٰ نے اپنی تصنیف "القضائے الاسلامیہ" میں درج کی ہے۔ اس فہرست میں اوقاف کی نگرانی، بیوہ عورتوں کے نکاح کا انتظام، ناجائز قبضوں اور غلط تعمیروں کی روک تھام، رویتِ ہلال اور دار الضرب و کسب کی نگرانی جیسے امور شامل ہیں۔ قضائے عامہ مطلقہ کی بعض زائد ذمہ داریوں کو مستشرقین نے بھی لیا ہے جن میں اوقاف، یتیمی، یمینوں اور نابالغوں کی سرپرستی اور ان کے اموال کی نگرانی، مذہبی قانون سے مترجائی کرنے والوں کی سزا دہی، نائب قاضیوں کا تقرر اور نماز جمعہ کی امامت و خطابت وغیرہ امور شامل ہیں۔

(باقی)

The Social Structure of Islam. لے احکام سلطانیہ - ماوردی - باب ۱۰ - ۲۵۶

مسلمانوں کا نظم و حکومت (عربی سے ترجمہ) پروفیسر حسن ابراہیم حسن - ص ۲۲۵

۳۱۰ ۳۱۱ ماہنامہ چراغ راہ اسلامی قانون نمبر ۱۷ جلد اول - مقالہ: اسلام کا نظام قضا - از مولانا خلیل حامدی ص ۳۱۰

The Social Structure of Islam P. 275 & 326. ۳۱۱